قصیدہ بُردہ

از جناب ڈاکٹر ابو النصر محمد خالدی صاحب

رسول اللہ صلعم کی بعثت سے قبل جزیرۂ عرب میں جتنے شاعر گزرے ہیں ان میں بحیثیت مجموعی پہلے درجہ میں شمار ہونے والے شعراء امراء القیس، زہیر، نابغہ، ذبیانی، اور اعشی بصیر ہیں۔ فنی خوبیوں کے اعتبار سے عربوں نے اپنے شاعروں کے چار درجے مقرر کئے ہیں۔ سب سے پہلے درجہ والے کو فحل خندید کہتے ہیں (۱) فحول اور بھی ہوئے ہیں مگر امراء القیس، اعشی، زہیر و نابغہ کے مرتبہ تک کوئی نہیں پہنچ سکا۔ یہ فیصلہ تو نہیں ہو سکا کہ ان چاروں میں کون سب سے بڑا ہے۔ اپنے اپنے رنگ میں یہ سب ایک دوسرے کے برابر ہیں یہ اور بات ہے کہ اپنے جغرافیائی و تہذیبی ماحول کے زیر اثر یمنیوں اور نجدیوں کو امراء القیس۔ اہل کوفہ کو اعشی اور حجازیوں کو زہیر و نابغہ زیادہ پسند تھے۔

قریش تو پورے عرب کے سردار مانے جاتے تھے۔ یہ سبھوں کو اپنا اپنا حصہ برابر دیتے رہے۔ ایک مرتبہ امیر المومنین عمرؓ (م ۴۴ھ) سے امراء القیس کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا "اس کو تو اولیت حاصل ہے" گویا شعر کا چشمہ اسی سے رواں ہوا۔ معنی کی گہرائی تک رسائی کا راستہ بھی اسی نے دکھایا۔ بعد کے بہت سے شاعروں نے اس کی پیروی کی۔ (۲) ایک اور موقع پر آپ نے نابغہ کا شعر

ولست بمستبقٍ اخاً لا تلمّہ　　　علی شعثٍ ایّ الرجال المہذّبُ

سنا تو فرمایا۔ یہ سب شاعروں سے بڑا شاعر ہے۔ (۳) لیکن عمرؓ کو زہیر سب سے زیادہ پسند تھا۔ ایک دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ آپ نے رات بھر زہیر کے شعر سنتے سنتے فجر کر دی (۴)

یہ زہیر وہی ہے جو نزول وحی سے پہلے ہی حیات بعد موت اور اللہ کے یہاں عقائد و اعمال کی

جو اب دینی کا قائل ہو چکا تھا۔ شاید اہل کتاب کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا نتیجہ تھا کہ نبی کی آمد کا منتظر تھا۔ زہیر کے حالات میں لکھا ہے کہ اس نے خواب میں آسمان سے ایک رسّی لٹکتی دیکھی۔ اس نے رسّی کا سرا پکڑنا چاہا مگر وہ اس کی دسترس سے باہر رہی۔ زہیر نے اس خواب کی تاویل کی کہ وہ اپنی زندگی میں نبی کی ہدایت سے فیضیاب نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی۔ بعثت سے ایک سال ڈیڑھ سال قبل فوت ہو گیا۔ مرنے سے پہلے اپنے دو بیٹوں۔ بجیر و کعب کو وصیت کر گیا کہ دیکھو! اگر کوئی حق کا پیغام لائے تو اس کو قبول کر لو۔ (۵)

یہ واقعہ نجد کا ہے جہاں بنو غطفان اور اس کی شاخ مُزینہ کی چراگاہیں اور ان کے کنوئیں تھے۔ حجاز میں زہیر کی وفات کے سال ڈیڑھ سال بعد اَرسل الله رسولہ بالھدیٰ۔ ہادی حق جب تک مکہ میں رہے قریش کی مخالفت کی وجہ سے دعوت کے اثر کا دائرہ شہر اور اس کے قرب و جوار تک محدود رہا۔ ہجرت کے بعد بدر کے میدان میں قریش کو شکست ہوئی۔ قریش کی شکست نظر بظاہر ایک اَن ہونی بات تھی صحرائی عرب "یوم الفرقان" کو صرف ایک وقتی حادثہ سمجھتے رہے۔ یوم بدر کے بعد احد و خندق کے علاوہ دوسری چھوٹی چھوٹی جنگوں میں قریش اور ان کے حلیفوں کو مسلسل پسپائیاں بلکہ شکستیں اور ہزیمتیں ہونے لگیں تو اسلامی دعوت کا دائرہ سال بسال وسیع تر ہونے لگا تا آں کہ سنہ سات ہجری کے آخر میں حُدَیبیہ کی عارضی صلح (عقد ہدنہ) ہوئی۔ قریش اپنی صدیوں پرانی نسلی سیادت سے عملاً دست بردار ہو گئے۔ جب وہ نئی ملّی سیادت سے مفاہمت پر مجبور ہو گئے تو پھر ام القریٰ سے نسبتاً قریب رہنے والے بادیہ نشینوں میں شاید ہی کوئی ایسا عرب سردار ہو گا جو داعی اسلام کو قریب سے دیکھنے کا خواہشمند نہ ہو۔ ان حالات میں ناممکن تھا کہ بنو مُزینہ کے چشم و چراغ زہیر کے فرزندوں بجیر و کعب کو اپنے شفیق باپ کی نصیحت و وصیت یاد نہ آئی ہو۔

اصحاب رسول کے تذکروں کا متفقہ بیان ہے کہ زہیر کے بیٹوں میں کعب بجائے اپنے بھائی بجیر سے خواہش کی کہ وہ مدینہ جائے داعی اسلام سے ملے اور خود ان کی زبان سے اُن کی دعوت کے بارے میں آگاہی حاصل کرے کعب نے یہ بھی کہا کہ وہ بجیر کے غیاب میں پیچھے اس کی بھیڑ بکریاں لئے ٹھہرا رہے گا۔ اَبْرَقُ الْعَزَّاف واقع نجد میں ان کی واپسی کے منتظر رہیں گے۔

اپنے بھائی کے فرستادہ کی حیثیت سے بجیر کے مدینہ آنے کی ٹھیک ٹھیک تاریخ کا پتہ نہیں لگتا۔ قرائن سے

بیان کیا جاتا ہے کہ بجیر کا آنا کعب کے وقت رسول اللہ صلعم [illegible] بجیر [illegible] میں [illegible]

یہ سنہ سات ہجری کا واقعہ ہے۔ یہ البتہ ثابت ہے کہ بجیر مکہ کی فتح سے قبل مدینہ آ چکے تھے

بہرحال بجیر مدینہ آئے رسول اللہ صلعم سے ملے۔ اسلام قبول کیا اور فتح مکہ میں ایک مومن مجاہد کی حیثیت سے شریک رہے۔ مدینہ میں بجیر کا آنا زیادہ دل لگا سا نہیں تھا طبع کے لحاظ سے اتنا سا [illegible] کر ہی رہے کی نوبت آنے تک مگر اپنے بھائی کا خیال آیا اور مدینہ آنے اور تمام مقصد یاد رہا خبر و خوشی کعب کو ملی کہ بجیر نے اسلام قبول کر لیا اور مدینہ ہی میں اقامت پذیر ہو گیا ہے۔ اس اطلاع پر کعب کا سخت بر افروختہ ہونا بالکل بجا تھا شاعری تو بولی ہڈی میں بسی ہوئی تھی۔ اپنی برہمی کے اظہار میں کئی شعر کہہ ڈالے۔ کعب نے یہ اشعار اپنے بھائی کی ہجو میں کہے تھے ان میں داعی اسلام کا ذکر ضمناً تھا۔ یہ جس سیاق میں آیا تھا اس سے رسالت کی شان میں گستاخی ظاہر ہوتی ہے۔ بجیر کو اس کا احساس تھا۔ انھوں نے یہ شعر سنے تو مناسب یہی خیال کیا کہ لوگوں میں مشہور ہونے سے پہلے خود ہی آپ صلعم کو سنا دیں اور دیکھیں آپ کیا فرماتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ تک وہ کسی دوسرے ذریعہ سے پہنچیں اور ان پر اپنے بھائی کی بے جا طرفداری کا الزام عائد ہو۔ چنانچہ مناسب موقع پر بجیر نے رسول اللہ صلعم کو اپنے بھائی کے یہ پانچ ابیات سنائے۔

من مبلغ عني بجيرا رسالة — فهل لك فيما قلت بالخيف هل لكا

شربت مع المامون كاسا روية — فانهلك المامون منها وعلكا

وفارقت اسباب الهدى واتبعته — على اي شيء ويب غيرك دلكا

على خلق لم تلف اما ولا ابا — عليه ولم تدرك عليه اخا لكا

فان انت لم تفعل فلست بآسف — ولا قائل اما عثرت لعا لكا

ان ابیات کا اردو میں خلاصہ مطلب غالباً کچھ اس طرح ہوگا۔ کاش کوئی شخص بجیر کو میرا پیغام پہنچا دے تم نے مکہ میں منیٰ کی وادی خیف میں جو کچھ کیا اس کے [illegible] کیا اس میں کوئی بھلائی ہے؟ تم [illegible] ایسے پیالے پی کر سیراب ہوئے ہو جو مامون نے [illegible] بار بار پلائے۔ تم نے ہدایت کے اسباب [illegible] کہ [illegible] ماں باپ [illegible] تم [illegible]

ہے! تم نے تو وہ روش اختیار کی جو تمہاری والدہ کی تھی اور نہ تمہارے والد کی۔ تمہارے بھائی نے بھی وہ ملت چھوڑ دی۔ اگر تم اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو مجھے کچھ افسوس نہ ہوگا۔ تمہیں اگر ٹھوکر لگی تو یہ تک نہ کہوں گا کہ اللہ تمہیں سلامت رکھے (حالانکہ عربی ادب کا یہ ایک معمولی اظہار ہے مگر میں یہ بھی نہیں کروں گا)

رسول اللہ صلعم نے یہ بیتیں سنیں پھر فرمایا اب کعب کا خون معاف ہے یعنی اگر کوئی شخص اس کو قتل کر دے تو قاتل سے بدلہ نہیں لیا جائے گا۔ یہ سنتے ہی بجیر کے ہوش ٹھکانے نہیں رہے۔ ایک عرب وہ بھی خالص بادیہ نشین! اس کو اپنے ماں جائے بھائی کا اس طرح خون ہونا کس طرح گوارا ہو سکتا تھا۔ عجب نہیں کہ بجیر نے یہ سوچتے سوچتے رات بسر کر دی ہو کہ: میرے بھائی کعب ہی نے تو مجھے رسول اللہ صلعم کی خبر لانے کے لئے بھیجا تھا۔ کاش کعب کی بیوی سے پہلے ہی میں کلام اللہ و رسول اللہ کے اوصاف سے اُسے باخبر کر دیتا۔ مجھ سے کوتاہی نہ ہوئی ہوتی تو اس کا خون بھی ناچیز نہ ہوتا۔ غرض کسی نہ کسی طرح صبح ہوئی۔ برجستہ نکلے ہوئے چار شعر اپنے کسی دوست کے ذریعہ کعب تک پہونچائے۔

مَن مُبلغُ کعباً فهل لك فی التی	تلوم علیها باطلاً و هی أحزم
الی اللّٰه، لا العزّیٰ و اللات وحدہ	فتنجو اذا کان النجاءُ و تسلم
لذی یوم لا ینجو و لیس بمُفلتٍ	مِنَ النّاس الّا طاهرُ القلب مُسلم
فدِین زُهیرٍ هُوَ لَا شیٔ دینه	و دین ابی سلمی علی محرّمٌ

کعب کو معلوم ہونا چاہیئے: مجھ پر تمہاری ملامت بالکل بیجا ہے۔ تم جس بات پر ملامت کر رہے ہو وہی واقع وہی حق ہے۔ تمہیں چاہیئے کہ اللہ کی طرف رجوع ہوں، جس کا کوئی شریک نہیں، نہ کہ ان پتھروں کی طرف جنہیں نادان لات و عزّیٰ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اگر تم دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہو تو اسلام قبول کرو۔ روز رستگاری سوائے پاک باطن مسلم کے کسی اور کا چھٹکارا نہیں ہوگا۔ ہمارے والد کے دین (توحید بے رسالت) کی کوئی حیثیت نہیں۔ رہا ہمارے دادا ابو سُلمیٰ کا دین جاہلی سو اس پر قائم رہنے کا تو کوئی جواز باقی ہی نہیں رہا — میں اس دین جاہلی سے بیزار ہوں۔

ان ابیات کے ساتھ ساتھ برائے تاکید و تخویف بجیر نے کعب کو یہ بھی کہلا بھیجا: [illegible]

کان کھول کرسن لیجئے۔ اب مکہ فتح ہو چکا۔ قریش نے ہتھیار ڈال دیئے۔ رسول اللہ نے ان جذباتی لوگوں کو جو آپ کو دُکھ دیتے اور دینِ حق سے بیر رکھتے تھے قتل کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ جیسے مثلاً عبداللہ بن خطل وغیرہ ازآں جملہ عبداللہ ابن زبعری سہمی اور ہبیرہ بن ابی وہب مخزومی جان بچا کر بھاگ گئے ہیں۔ اب تمہاری بھی خیر نہیں۔ تمہارا خون ہدر ہو گیا ہے۔ جان کی امان چاہتے ہو تو فوراً رسول اللہ صلعم کے یہاں چلے آؤ۔ اپنے کیے سے توبہ کرو۔ آپ رؤف و رحیم ہیں توبہ کرنے والے کو سزا نہیں دیتے۔ تائب کی توبہ قبول کرتے بلکہ انعام دیتے ہیں۔ خبردار۔ اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر کہیں امان نہ پا سکو گے۔ چاہو تو کہیں بھاگ کر دیکھو۔

کعب کو اپنے بھائی کا یہ دھمکی نامہ ملا تو اوسان خطا ہو گئے چوڑا چکلا صحرا تنگ و تاریک دکھائی دینے لگا۔ کعب کا خون ہدر ہونے کی خبر عام ہوئی تو بنو مزینہ کے پرانے دشمنوں کو موقع ملا کہ وہ ان کے خلاف جھوٹی خبریں پھیلائیں۔ ان لوگوں کو یقین ہو گیا تھا کہ کعب عن قریب کسی نہ کسی طرح مارا جائے گا۔

بنو مزینہ کے بنو جہینہ سے برادرانہ تعلقات بہت پرانے تھے قبائلی قانون کے مطابق کعب نے جہینہ کی پناہ ڈھونڈی۔ مگر ان لوگوں نے صاف انکار کر دیا۔ یہ قبیلہ اسلام قبول کر چکا تھا۔ جدید قانون میں رسول اللہ صلعم کے صاف و صریح حکم کا استثنیٰ ممکن نہیں تھا۔ بنو جہینہ کی پناہ نہ ملنے سے کعب پر زمین تنگ ہو گئی کیوں کہ اب کعب کی حیثیت طرید کی ہو گئی تھی۔ عرب قبائلی قانون میں طرید (نکال باہر کیا ہوا) کا کوئی پرسان حال نہیں ہو سکتا تھا۔ غرض کچھ تو جان کا خوف اور کچھ اپنے سگے بھائی کی قولی و عملی ترغیب غرض سبب خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کعب غائبانہ ہی رسول اللہ پر ایمان لے آئے۔ آپ کی مدح میں تقریباً ساٹھ ابیات کا ایک قصیدہ کہا۔ اپنی قیام گاہ سے نکلے اور مدینہ کی راہ لی۔ رات میں لبادہ اوڑھے مدینہ پہنچے۔ یہاں اپنے ایک جہنی دوست سے درخواست کی۔ مجھے صرف اتنا بتا دو کہ رسول اللہ کے دوستوں اور ساتھیوں میں سب سے زیادہ نرم دل کون ہے۔ غالباً اسی جہنی نے یا کسی اور نے ابوبکر بن ابی قحافہ کی نشاندہی کی۔ کعب دار ابی بکر پہنچے۔ صبح منہ اندھیرے ابوبکر کے پیچھے پیچھے مسجد نبوی میں حاضر ہوئے۔ فجر کی صلوٰۃ ختم ہوتے ہی اپنا تعارف کرائے بغیر آگے بڑھ کر رسول اللہ صلعم سے کہا ایک شخص بیعت کرنے حاضر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے اپنا

ہاتھ آگے بڑھایا۔ کعب نے آپ کا ہاتھ تھامے ہوئے کہا: اگر کعب اپنے قول و فعل پر پشیمان و شرمندہ ہو کر آپ پر ایمان لے آئے تو کیا آپ اس کو معاف کر دیں گے؟ آپ نے کہا: ہاں۔ یہ سنتے ہی کعب نے اپنا چہرہ کھولا اور کہا: میں ہی کعب بن زہیر بن ابی سلمیٰ ہوں! آپ نے پوچھا، کیا وہی جس نے ایسا اور ایسا کہا ہے یہاں! ابوبکر، تم سناؤ کیا کہا تھا اس نے؟ ابوبکر نے سنایا۔

سقاک بہا المامون کاساً رویۃ : وانھلک الخ کعب بولے: یوں نہیں، میں نے تو کہا تھا: سقاک بہا المامون کاساً رویۃ۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا: المامون! واللہ المامون۔ یعنی میں امین و مامون ہی ہوں۔ یہی لفظ درست ہے (۶) ابھی یہ گفتگو پوری نہیں ہونے پائی تھی کہ انصار سے بعض نے کعب کو رسول اللہ صلعم کے سابقہ فرمان کے بموجب قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو آپ نے انہیں ایسا کرنے سے منع فرمایا اور کہا: کعب نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ اب اسے اسلام نے بچا لیا۔ انصار خاموش ہو گئے۔ کعب نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں نے آپ کی مدح کی ہے۔ ارشاد ہو تو سناؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ دو ایک لمحوں کے بعد کعب نے کہا:

بَانَتْ سُعادُ فَقَلْبِی الْیَوْمَ مَبتُولُ ... مُتَیَّمٌ اِثْرَھَا لَمْ یُفْدَ مَکبُولُ

سعاد بچھڑ گئی۔ اب میرا دل ٹوٹ گیا۔ میں حیران و حواس باختہ ہوں۔ میرا دل ایک قیدی ہے کہ اس کو کوئی آزاد کرنے والا نہیں۔ تشبیب و گریز کے بعد دوسرے مدحیہ شعر سناتے سناتے جب کعب نے کہا:

اِنَّ الرَّسُولَ لَسَیْفٌ یُسْتَضَاءُ بِہٖ ... مُھَنَّدٌ مِنْ سیوف اللہ مَسْلُوْلُ

یہ رسول تو ایک روشن و چمکدار تلوار ہے۔ اس سے اندھیرے میں اجالا ہو جاتا ہے۔ یہ میان سے نکلی ہوئی اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے تو رسول اللہ صلعم نے اپنی بُردہ (چادر) اپنے جسم سے اتاری۔ اور کعب کو اڑھا دی۔ پھر اپنے ساتھیوں کو وہ شعر سننے کی طرف توجہ دلائی جو اس بیت کے بعد ہی تھے۔

فی عُصْبَۃٍ من قریش قال قائلھم ... ۵۲ ... ببطن مکۃ لما اسلموا زولوا

زالوا فما زال انکاس ولا کشف ... ۵۳ ... عند اللقاء ولا میل معازیل

لیسوا مفاریح ان نالت رماحھم ... ۵۴ ... قوماً ولیسوا مجازیعاً اذا نیلوا

يمشون مشي الزهر يعصمهم ... ضرب اذا عرّد السود التنابيل
لا يقع الطعن الا في نحورهم ... وما لهم عن حياض الموت تهليل

ماحصل کلام: رسول اللہ صلعم قریش کے ایسے جتھے میں ہیں کہ جب ان سے ایک سوجھ بوجھ رکھنے والے نے مکہ سے نکل جانے کے لئے کہا تو وہ چل پڑے۔ یہ لوگ قوی تن ہتھیار سجائے ہوئے میدان ضرب و پیکار کے یکہ تاز ہیں۔ یہ ایسے اوچھے نہیں ہیں کہ ان کے نیزے دشمنوں کے سینے چھید دیں تو خوش ہو لیں اور اگر خود ان کے زخم لگ جائیں تو ہائے واۓ کرنے لگیں۔ یہ میدان جنگ میں اس طرح جاتے ہیں معلوم ہوتا ہے قوی ہیکل سفیدی مائل اونٹوں کا گلہ چھاں چھاں رواں ہے۔ ایسے میں جبکہ کالے کلوٹے کوتاہ قد لوگ معرکہ کارزار سے بھاگ کر گھروں میں پناہ لینا چاہتے ہیں تو ان کی شمشیر براں کے بے دریغ وار ہی ان کی پناہ گاہیں ہوتی ہیں۔ نیزے ٹوٹتے ہیں تو انہیں کے سینوں میں ٹوٹتے ہیں کیوں کہ وہ مقابلہ میں ڈٹے رہتے ہیں۔ اُن کے لئے ممکن ہی نہیں کہ وہ میدان جنگ سے منہ موڑ سکیں

ماقبل آخر بیت میں انصار کے نسبتاً چھوٹے قد کی طرف تعریض تھی۔ مہاجروں نے کہا: کعب! اگر تم نے انصار کی ہجو کی تو گویا ہماری مدح کی ہی نہیں۔ رسول اللہ نے بھی فرمایا: کعب! اگر تم انصار کی مدح کرو تو مناسب ہے وہ ہر طرح تمہاری مدح کے اہل ہیں۔ کعب نے حکم کی اتباع کی۔

مَنْ سَرَّهُ كَرَمُ الحياة فلا يزل ... في مقنبٍ من صالحي الانصار

جو زندگی کی بھلائی چاہتا ہے وہ ہمیشہ انصار ہی میں گزر بسر کرنا پسند کرے گا۔ انصار کی مدح میں کہے ہوئے اس رائیہ کے تینتیس ابیات دیوان کعب نیز معیاری عربی ادب کی بعض اہم کتابوں میں بھی موجود ہیں[۷]

(۲)

رسول اللہ صلعم نے کعب بن زہیر بن ابی سلمی کا لامیہ قصیدہ شروع سے آخر تک سماعت فرمایا۔

شاہ بیت: انّ الرسول لسيفٌ الخ پر خوش ہو کر وہ چادر اپنے جسم پر تھی وہی کعب کو اڑھا دی۔

رسول اللہ صلعم کی اس حدیث فعلی کی روایت متعدد عربی ادبی کتابوں اور سیر و مغازی کے دفتروں میں مسلسل چلی آرہی ہے۔ اس حدیث کو اصحاب رسول اللہ صلعم کے تذکرہ نگار کعب بن زہیر

کے ترجمہ میں ثبت کرتے رہے ہیں۔ سند کے سلسلے اسی مقالہ کے حاشیہ میں درج ہیں۔ (۸)

اسلامی قانون (شریعت) کے چار مصادر یا مآخذ (ادلہ شرعیہ) میں حدیث دوسری دلیل (یا ماخذ) ہے۔ بشرط صحت اس حدیث سے کیا قانون وضع ہو سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اصول فقہ کے کم از کم ایک مذہب کے مبادیات کا ذکر کئے بغیر دشوار ہے اگر اختصار سے کام لیں تو غلط فہمی کا احتمال اور تفصیل میں جانا غالباً یہاں بے محل ہوگا۔ شعر و شاعری کے شرعی احکام جاننے کے خواہش مند تفسیری و حدیثی کتابوں سے رجوع ہو سکتے ہیں (۹) البتہ یہاں اتنا ثبت کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا کہ اللہ کے رسول نے حق اور داعی حق کی ستائش کرنے والے شعر و شاعر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس لئے حق و صداقت کی تائید و حمایت کرنے والے ایسے شعر و ادب کی ترغیب و تحریص اور اس کی تحسین، جو کسی معروف شرعی حد سے متجاوز نہ ہو، نہ صرف مباح بلکہ مستحب ہے۔

(۳)

کعب بن زہیر کے سب ہی تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے۔

رسول اللہ صلعم نے کعب کو جو بردہ دی تھی اسے معاویہ بن ابی سفیان (م ۶۸۰ء) نے دس ہزار دینار میں خریدنا چاہا۔ کعب نے فروخت کرنے سے انکار کیا۔ کہا: مجھے جو کپڑا رسول اللہ صلعم نے دیا اس پر میں کسی کو ترجیح دینا نہیں چاہتا۔ کعب کی وفات کے بعد معاویہ نے کعب کے وارثوں سے یہی بردہ دوگنی رقم، بیس ہزار دینار میں خرید لیا۔ (۱۰)

امیر المومنین معاویہ یہ بردہ غالباً صرف عیدوں میں خطبہ و امامت صلوٰۃ کے موقعہ پر استعمال کرتے تھے۔ خلیفہ کے اس عمل کی وجہ سے یہی بردہ خلافت کی رسمی (و قانونی) علامت بھی گئی۔ بردہ و قضیب (عصا، سونٹا، چھڑی، چوب دستی) کے علامت خلافت ہونے کی اہم معروف شہادت ولید بن یزید بن عبدالملک (م ۱۲۶ھ) کے شعر ہیں۔ ہشام (م ۱۲۵ھ) کی موت کے بعد ان کے ولیعہد ولید کو خلیفہ ہونے کی اطلاع دی گئی تو اس نے کہا۔

طال ليلي وبت أسقى السلاما   إذ أتاني البريد ينعى هشاما

واتانی بحلّۃ وقضیب　　واتانی بخاتم ثم قاما

رات لمبی تھی، میں نشہ کرتے وقت گزاری کر رہا تھا، اتنے میں ہشام کے مرنے کی اطلاع آئی۔

غلام حلّہ، قضیب اور خاتم لایا (۱۱)

ولید کے ندیم کی شہادت اِن لفظوں میں ملتی ہے: کُنّا عند الولید ابن یزید اذ جاء نا خصّی بفشق جیبہ وعزّاہ عن عمّہ ھشام وھنّاہ بالخلافۃ وفی یدہ قضیب وخاتم وطومار۔۔۔۔ (۱۲) ہم ولید کی محفل میں تھے کہ غلام آیا۔ ہشام کے مرنے کی خبر سنائی اور اس کو خلافت کی تہنیت دی۔ اس وقت غلام کے ہاتھ میں قضیب وخاتم (مُہر) اور جو فیز تھا اس میں بُردہ شریف محفوظ تھا۔ اس شہادت میں بردہ شریف کے علاوہ مُہر وعصا کا بھی ذکر ہے۔ مہر وعصا کس کو کہاں سے کب ملا معلوم نہ ہو سکا۔ بہرطور اتنا تو یقینی ہے کہ بُردۂ مبارک کے ساتھ ساتھ یہ چیزیں بھی خلافت کی علامت مانی گئی تھیں۔

سنہ سات سو پچاس عیسوی میں خلافت بنو اُمیّہ سے بنی عباس کی طرف منتقل ہوئی۔ دارالخلافت کے سرکاری مخزنوں پر قبضہ ہوا نقد وجنس بہت کچھ ملا مگر بُردہ وعصا نہیں پایا گیا۔ یہ چیزیں خلافت کی سب سے زیادہ قیمتی متاع سمجھی جاتی تھیں چناں چہ جب مروان شام سے مصر گیا تو انہیں اپنے ساتھ رکھنا ضروری سمجھا۔ زندگی کی اُمید نہیں رہی تو دفن کرا دیا۔ مروانی غلام نے اپنی جان کے بدلے یہ متاع عباسی سالار کے حوالے کر دی۔

اس واقعہ کی قدیم ترین تحریری شہادت جاحظ متوفی آٹھ سو اڑسٹھ عیسوی کی کتاب البیان والتبیین میں ثبت ہے (۱۳)

بنو اُمیّہ کا آخری خلیفہ مروان بن محمد بن مروان بن حکم شام سے نکل کر مصر کے ایک مقام بوصیر الملق آیا۔ یہاں ایک گرجا گھر میں اُسے عباسی سپاہیوں نے گھیر لیا۔ مروان لڑتا ہوا فوت ہو گیا۔ وفات سے پہلے اس نے اپنے ایک غلام کو بُردہ وقضیب حوالے کرتے ہوئے کہا کہ دونوں چیزوں کو ریت میں گاڑ دے۔ یہ غلام گرفتار ہوا۔ مارا جاتے والا تھا اس لئے کہا: اگر مجھے قتل کیا

تو تمہیں رسول اللہ صلعم کی میراث ضائع ہو جائے گی۔ عباسی سالار نے امان دی تو اس نے بھی بردہ وقضیب سالار کے حوالے کر دی۔ کان مروان حین احیط به دفن البردة والقضیب الی خادم له، وامره ان یدفنهما فی بعض الرمال فلما اخذ الخادم فی الاسری قال ان قتلتمونی ضاع میراث النبی صلعم۔ فامنوه علی ان یسلم ذالک لهم۔

عباسی سالار نے بردہ وعصا حاصل کر لیا۔ بردہ عباسی سالار ہی کے یہاں رہا۔ خلیفۂ وقت سے ابو العباس عبداللہ سفاح کو (م ۷۵۴ء) اس کا کچھ پتہ نشان نہیں لگا۔ سفاح کے جانشین ابو جعفر منصور دوانقی (م ۷۷۵ء) کو البتہ اس کا سراغ مل گیا جبراً حاصل کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ معاویہ کے زمانہ پر اب اسّی سال سے زائد گزر چلے تھے سکّہ کی قدر و قوت خرید گھٹ گئی تھی۔ عوام پر اپنی دینی عقیدت کا اظہار بھی وقت کا تقاضی تھا۔ چنانچہ منصور دوانقی نے یہ بردہ وعصا جس کسی کے پاس تھا اس سے چالیس ہزار دینار میں خرید لیا۔ (۱۴)

اس روایت میں اور اس کے بعد ہی کے شعری شاہد میں مُہر کا کوئی حوالہ نہیں ہے۔ بردہ وعصا مذکور ہے۔ اول الذکر تو وہی ہے جس سے رسول اللہ صلعم نے کعب کو نوازا تھا۔ رہا عصا سو اس کے متعلق کچھ ایسا گمان ہوتا ہے کہ وہ بھی رسول اللہ صلعم ہی کا ہو۔

عباسی خلفاء بھی یہ بُردہ وعصا صرف عیدوں کے خطبوں میں استعمال کرتے اور اس کو خلافت کا امتیازی نشان سمجھتے رہے۔ ابو الشیص نے ہارون رشید (م ۸۰۹ء) کی مدح میں کہا تھا۔

یابنی ہاشم اخیفوا فاق الی ⁂ ملک منکم حیث العصا والرداءُ

اے بنو ہاشم! اپنے دشمنوں سے خبردار رہو، عصا و رداء جس کے قبضہ میں ہیں اقتدار بھی اسی کے یہاں ہوگا۔ اور یہ فی الواقع تمہارے ہی پاس ہیں (۱۵)

ابن قتیبہ (م ۲۷۶ھ)، ابن درید (م ۳۲۱ھ) وغیرہ نے بھی لکھا ہے کہ یہ بُردہ عباسی خلفاء کے یہاں ہے۔ ابن اثیر (م ۶۳۰ھ) کے بعد اس بردہ کا ذکر نہیں ملتا۔ "بانت سعاد" کے ایک شارح احمد بن محمد بن معاذ بغدادی کے الفاظ ہیں: بقیت هذه البردة فی

خزائن بنی العباس إلی أن وصل المغول حتی ما جری واللہ اعلم بحقیقۃ الاحوال - یہ بُردہ عباسی خلفاء کے مخزن میں محفوظ تھا۔ تاآں کہ تاتاری سیلاب آیا۔ بغداد برباد ہوا عباسی ذخیرے تباہ ہوئے۔ معلوم نہیں ہو سکا کہ اس بردہ شریفہ کا کیا ہوا۔

(۴)

ابو عبد اللہ شرف الدین متوفی چھ سو چھیانوے ہجری مصری بوصیری کا میمیۃ قصیدہ ہندوستان خصوصاً جنوبی ہند میں نہ معلوم کیوں "بردہ شریف" کہلانے لگا۔ کعب بن زہیر کے قصیدہ سے اس کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں۔ کعب کا قصیدہ سرتاسر معنیً و عزاً حجازی و نجدی۔ سادہ و پرُ جلالت و عظمت کا ہو بہو عکاس۔ ہندیوں کو محض والہانہ شیفتگی کا اظہار زیادہ پسند آتا ہے۔ ان کے لئے جلال کے ساتھ جمال کا تصور کرنا شاید دشوار ہے غرض وجہ خواہ کچھ ہو بوصیری کے قصیدہ کو "قصیدہ بردہ" کہنا خلاف واقعہ ہے۔

مرحوم مولانا ذوالفقار علی دیوبندی نے ٹھیک لکھا ہے کہ، قصیدہ کعب ھی التی حقہا أن تسمی بالبردۃ واما قصیدۃ البوصیری فحقہا أن تسمی بالبراءۃ۔ قصیدہ کعب ہی بردہ کہلانے کا مستحق ہے نہ کہ بوصیری کا قصیدہ۔ بوصیری کے قصیدہ کو قصیدہ براءۃ کہنا مناسب ہے۔ کیوں کہ بوصیری کو فالج ہو گیا تھا۔ انہا میمیۃ قصیدہ سرانجام دینے کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ان کے جسم پر اپنا ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ بوصیری خواب سے جاگے تو اپنے کو بالکل چنگا پایا۔ (براء کے معنی چنگا ہونا۔ بیماری کا زائل ہونا یا تندرست ہونا ہیں (خود بوصیری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے اپنا دستِ مبارک اُن کے جسم پر پھیرا (نہ کہ آپ صلعم نے اپنی چادر اُڑھائی)

کعب بن زہیر کے لامیہ قصیدۂ بُردہ کی حسب توقع بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ عربی شرحوں میں سب سے زیادہ مفصل شرح شہاب الدین احمد دولت آبادی متوفی آٹھ سو انچاس ہجری کی ہے۔ اس طرح کہ (۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو (۴) معانی (۵) بیان (۶) بدیع (۷) عروض پر بہر

حاصل توضیح ہے۔ پھر ہر بیت کا حاصل کلام علیحدہ علیحدہ لکھا ہے۔ نام ہے مصدق المفضل۔ دائرۃ المعارف حیدر آباد سے سنہ تیرہ سو تیئیس ھ میں چھپی تھی۔

"عربی میں نعتیہ کلام" کے مصنف نے عربی کی چند مشہور شرحوں کے نام سے اسماء شارحین نقل کئے ہیں۔ ان میں مصدق المفضل کا حوالہ نہیں ملا۔

ص - ۱۵۰ اور آگے۔ لکھنؤ - ۱۹۷۵ء

توضیحات مع مصادر و مآخذ ۱۔ دوسرے درجہ کا شاعر "مفلق" کہلاتا ہے۔ تیسرے درجہ والا "شاعر" اور سب سے آخر رہنے والا "شعرور" ہے۔ ج البیان والتبیین - جاحظ م ۲۵۰ھ

ج ۲ - ص ۹ - مصر - ۱۳۶۷ھ

۲۔ الشعر والشعراء - عبداللہ بن قُتَیبہ م ۲۷۶ - ص ۷۶ - مصر - ۱۳۶۴ھ

- النہایۃ فی غریب الحدیث -

لسان العرب - ابن منظور ، ابن مکرم - م ۷۱۱ھ - مادۃ - خ س ف -

۳ - طبقات فحول الشعراء - محمد بن سلام الجمحی - م ۲۳۱ھ ص ۴۷

مصر - ۱۳۷۱ھ - اس بیت کا مطلب کچھ اس طرح ہوگا: کسی کی لغزش نظرانداز کئے بغیر تم اس سے اپنی دوستی برقرار نہیں رکھ سکتے۔

ہے کوئی ایسا جو ہمیشہ ہی شائستہ و سنجیدہ رہ سکے ؟

۴ ـــ الشعر والشعراء ص ۹۳ -

۵ ـــ شرح بانت سعاد - جمال الدین، ابن ہشام الانصاری م ۷۶۱ھ

۶ ـــ السیرۃ النبویۃ - عبدالملک بن ھشام الحمیری ۲۱۳ھ مصر - ۱۳۵۵ھ

ج/۴ ص ۱۴۴ تا ۱۵۸

کعب بن زہیر کا واقعہ جن جن مصادر میں آیا ہے ان کے حوالے پر محل دیئے گئے ہیں یہاں یہ جس طرح بیان ہوا ہے اس میں کسی ایک ہی مصدر کی اتباع نہیں کی گئی۔ صورت واقعہ میں فسخ

یا مسخ بالکل نہیں ہوا [illegible]کار کا نسخ و نظم برائے نام ہے۔ یہاں بقولِ سلف "دخل حدیث بعضہم فی بعض" پر عمل کیا گیا ہے۔ ان مصادر میں قابلِ ذکر اختلاف صرف دو نظر آئے۔ الف/ کعب نے "بانت سعاد" مکہ میں بمقام بیت الحرام سنایا نہ کہ المدینہ میں۔

بطور تطبیق اختلاف کہہ سکتے ہیں کہ غالباً دوبار سنایا ہو۔ ب/ رسول اللہ صلعم تک کعب کی رہبری مجھنیہ کے ایک شخص نے کی نہ کہ ابوبکر نے۔

ان دو روایتوں کے بغور مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جُھنی نے ابوبکر رضؓ کا پتہ دیا اور ابوبکر رضؓ کی ہمراہی میں کعب نے رسول اللہ صلعم کے یہاں رسائی پائی اور یہ کہ کعب نے ابوبکر سے اپنا تعارف کرا دیا اور یہ بھی کہ ابوبکر رضؓ کو قوی توقع تھی آپ صلعم کعب کو معاف کر دیں گے۔

الکامل فی التاریخ کے مولف نے کعب کا واقعہ سنہ نو (۹) ہجری کے حوادث میں درج کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے لفظ مامور (آخر میں راء مہملہ) اس لئے ناپسند کیا کہ اس زمانہ میں اہل عرب ایسے شخص کو المامور کہتے تھے جو صرف اپنے جی سے کوئی بات کہتا "کیوں" کے جواب میں چُپ سادھ لیتا۔ توہّم پسند لوگ خیال کرتے یہ جن کی طرف سے کہنے پر مامور ہے۔

آپ صلعم یقیناً اللہ کی طرف سے اللہ کا پیغام پہنچانے پر مامور تھے مگر وقت کی چلی ہوئی اصطلاح سے مامور من اللہ کو ممتاز کرنا ضروری تھا۔ چناں چہ آپ صلعم نے مامور کی بجائے المامون پسند فرمایا۔ اللہ نے آپ کو اپنے پیغام کا امین بنایا تھا۔ آپ نے امانت میں کوئی تصرف نہیں کیا امانت کا حق ادا کیا۔

۷۔ خزانۃ الادب ۴/ سمط اللآلی۔ ج ۱ ص ۱۹۴۔ اور الشعر والشعراء لابن قتیبہ

۸۔ یہاں صرف وہ حوالے درج ہیں جن میں سلسلہ سند بیان ہوا ہے۔

الف/ قال عبد الملک بن ہشام قال ابن اسحاق: حدثنی عاصم بن عمر بن قتادہ الدوسی (م ۱۲۰) + وقال ابن ہشام: ذکر لی علی بن زید بن جدعان۔

ب/ مجالس ثعلب۔ ابو العباس احمد بن یحیی ثعلب ۲ ۲۹۱۔ حدثنا ثعلب ثنا عمر بن شبہ ثنا ابو عبیدہ بن المنذر الحزامی ثنا الحجاج بن ذی الرقیبہ ابن عبد الرحمن

بن مضرب بن کعب بن زہیر بن ابی سُلمیٰ عن ابیہ عن جدہ۔

ثعلب کا دوسرا عنعن/ قال ثعلب ثنا ابن شبۃ قال: حدثنی ابراہیم ابن المنذر الحزامی قال/ حدثنی معن بن عیسیٰ انبأنا محمد بن عبد الرحمٰن الاوقص عن ابن جدعان

ج/الاصابہ فی معرفۃ الصحابۃ - احمد بن علی ابن حجر م ۸۵۲ھ قال ابن ابی عاصم فی الاحاد والمثانی - حدثنا یحییٰ بن عمر بن جریج حدثنا ابراہیم بن المنذر حدثنا الحجاج بن ذی الرقیبۃ بن عبد الرحمٰن بن کعب ابن زہیر عن ابیہ عن جدہ۔

وقال ابن حجر وقعت لنا بعلوء فی جبرہ (؟) ابراہیم بن دیزل الکبیر واخرج ابن قانع من طریق الزبیر بن بکار عن بعض اہل المدینۃ عن یحییٰ بن سعید بن المسیب۔

د/الاغانی - ابو الفرج علی م ۳۵۶ - طبع الدار - بالکل وہی عنعن جو ثعلب کا ہے۔

۹ ۔ تنزیل میں لفظ شعر اور شعراء صرف ایک ایک مرتبہ اور شاعر چار بار آیا ہے۔ بعض مفسر شعر کے فقہی احکام سورۃ الانبیاء میں بیان کرتے ہیں اور بعض سورۃ الشعراء یا سورۃ یاسین میں۔ ان سورتوں کی تفسیر میں مطلوبہ بحث کہیں نہ کہیں انشاء اللہ مل جائے گی ۔ مزید تفصیل کے لئے مفتاح کنوز السنۃ ۔ مصر ۔ ۱۳۵۲ھ مادہ ش ع ر سے رجوع کیا جا سکتا ہے۔

۱۰ ۔ امیر المومنین معاویۃ بن ابی سفیان کے بُردہ خریدنے کا واقعہ جن قدیم مصادر میں آیا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔ بترتیب حرف تہجی۔

۱-۱ اسد الغابۃ ۔ عز الدین ابو الحسن علی م ۶۳۰ھ تذکرۂ بجیر و کعب

۱-۲ الاشتقاق ۔ محمد بن الحسن بن درید م ۳۲۱ ۔ مصر ۔ ۱۳۴۹ھ ص ۱۸۲

۱-۳ الاصابۃ ۔ احمد بن علی ابن حجر م ۸۵۲ھ ۔

۴۔ شرح بانت سعاد۔ جمال الدین بن ہشام م ۷۶۱ھ۔
۵۔ الشعر والشعراء۔ ابن قتیبہ م ۲۷۶ھ تذکرہ کعب
۶۔ الکامل فی التاریخ۔ ابن الاثیر م ۶۳۰ھ حوادث سنہ تسع
۷۔ مجالس ثعلب۔ ابو العباس احمد بن یحییٰ ثعلب م ۲۹۱ھ مصر۔ ۱۳۶۸ھ ص ۴۰۸
۸۔ معجم الشعراء: ابو عبداللہ محمد المرزبانی م ۳۸۴ھ تذکرۂ کعب
۱۱۔ الاغانی۔ ج ۱۹/۷
۱۲۔ ایضاً۔ ص ۱۷
۱۳۔ البیان۔ ج ۳۔ ص ۶۹
۱۴۔ خزانۃ الادب۔ عبدالقادر م ۱۰۹۳۔ بولاق۔ ۱۲۹۹۔ ج ۴/ص ۱۲
نقلاً عن شرح بانت سعاد لاحمد بن محمد بن الحداد۔ تاریخ الشرح
سنہ ۷۴۴ھ۔
۱۵۔ البیان۔ ج ۳۔ ص ۱۲۲
۱۶۔ الکامل فی التاریخ۔ طبع یورپ/۱۸۶۶۔ ج ۲۔ ص ۲۱۰
۱۷۔ کتاب الزینۃ: ابو حاتم احمد بن حمدان م ۳۲۲ھ ج ۱ ص ۵۳ مصر ۱۹۵۶

نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ہندوستان کے مشہور شاعر بہزاد لکھنوی کے نعتیہ کلام کا دلپذیر مجموعہ ہے جسے مکتبہ برہان نے تمام ظاہری دلآویزیوں کے ساتھ بڑے اہتمام سے شایع کیا جن حضرات کو آل انڈیا ریڈیو سے ان نعتوں کے سننے کا موقعہ ملا ہے وہ اس مجموعہ کی پاکیزگی اور لطافت کا اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں۔ سائز $\frac{20\times30}{16}$ طبع آفسیٹ۔

مکتبہ برہان اردو بازار جامع مسجد دہلی۔ چار روپیہ ۵۰ پیسے